# دینی واصلاحی جلسے: چند قابلِ توجہ پہلو

از: مولانا نایاب حسن

علمائے کرام انبیا کے وارث ہیں اور نبی اکرم ﷺ کے اقوال کی روشنی میں انھیں پوری امت پر وہ فضیلت و برتری حاصل ہے، جو امت کے دوسرے افراد وطبقات کو حاصل نہیں۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنی امت کے عابدوں پر عالموں کو فضیلت دی ہے (سنن ترمذی، ح:۲۶۸۷) آپ ﷺ نے ایک حدیث میں یہ ارشاد فرمایا کہ میری امت کے علما، بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں (المقاصد الحسنہ، ح:۷۰۲) قرآن کریم میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ''علم والے اور بے علم لوگ برابر نہیں ہوسکتے'' (الزمر:۹) اس سے بھی مراد وہی اہلِ علم ہیں، جو دین کی سمجھ بوجھ رکھنے والے، خدائے تعالیٰ کی تخلیقات میں غور وتدبر کرنے والے اور کائنات کے ذرات میں مخفی فطرت کے اشاروں کو سمجھنے والے ہیں۔ پھر علما، کو یہ مقام ومرتبہ یوں ہی نہیں مل گیا ہے؛ بلکہ اس کے بے شمار تقاضے بھی ہیں اور اَنیک ذمے داریاں بھی، کہ:

جن کے رتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے

نبی اکرم ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد اس دینِ متین کے تحفظ وبقا اور اس کی ترویج واشاعت کی ساری ذمے داری علمائے امت کے کندھوں پر ہے، یہ ان کا دینی فریضہ ہے کہ وہ دین کے علوم کو حاصل کرکے اگلی نسل تک پہنچائیں اور امت کی عملی، فکری وعقائدی خامیوں کو دور کرنے کے جتن کریں، ان کی یہ بھی ذمے داری ہے کہ وہ اپنے آپ کو نبوی صفات وخصوصیات سے آراستہ کریں اور امت کے سامنے ایک بہترین عملی نمونہ بنیں، ان کی ذمے داری یہ بھی ہے کہ وہ موجودہ ناگفتہ بہ دور میں دینِ اسلام کی عصری معنویت اور اس کی دائمی آفاقیت وعالمگیریت سے لوگوں کو آشنا کروائیں اور جو لوگ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرنے سے اِنکاری ہیں یا جو مانتے ہیں؛ مگر ان کی عملی دنیا گمرہی وکج روی کی دلدل میں پھنسی ہوئی ہے، اُنھیں راہِ راست پر لانے کی کوشش کریں۔ بحمداللہ ایسے علما ہر دور میں پائے جاتے رہے ہیں اور آج کے تشویش ناک ماحول میں بھی ایسی خدامست ہستیاں روئے زمین کے ہر خطے میں پائی جاتی ہیں، جن کی نظروں سے دلوں کی دنیا بدلتی، جن کی باتوں سے پژمردگیِ قلب وروح ختم ہوتی اور جنھیں دیکھنے سے خدا یاد آجاتا ہے، ایسے

لوگ بھی پائے جاتے ہیں، جو اپنی مسحورکن اور اثر وتاثیر میں ڈوبی ہوئی باتوں کے ذریعے حق کے کٹر سے کٹر دشمن کو اسلام کا ہمنوا بنالینے کی غیر معمولی قدرت رکھتے ہیں اور ان ہی لوگوں کی بدولت آج اسلام دنیا میں سب سے زیادہ قبول کیے جانے والے مذاہب میں اول نمبر پر ہے، گرچہ ایسے افراد کی بھی کمی نہیں، جو اپنے دل، قلب اور روح میں برپا ہونے والی ہلچل سے عاجز آکر سکون کی تلاش میں اسلام کی بنیادی تعلیمات، قرآنِ مقدس اور احادیثِ مبارکہ کو پڑھتے اور ان کی غیر معمولی جاذبیت انھیں دامنِ اسلام کی جانب کھینچ لے آتی ہے؛ مگر اس کے باوجود شخصیتوں کی تاثیر سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور اسی وجہ سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتابوں کے ساتھ نبیوں اور رسولوں کو بھی مبعوث فرمایا تھا۔

یہ علما تبلیغِ اسلام اور معاشرے کی اصلاح کے لیے ہر دور میں الگ الگ طریقے اختیار کرتے رہے ہیں، ان ہی میں سے کچھ طریقے وہ ہیں، جو آج کل بہت رائج ہیں، مثلاً: تبلیغی تحریک کی شکل میں، اس طرح کہ کچھ لوگوں کی ایک جماعت دنیا بھر کے مختلف ملکوں، شہروں، دیہاتوں کی مسجدوں میں جاکر قیام کرتی اور وہاں گردوپیش میں رہنے والے اُن مسلمانوں کو دین کے مبادیات سے واقف کراتی اور انھیں مسجد کی طرف لاتی ہے، جو باوجود مدعیِ اسلام ہونے کے دین کے بنیادی ارکان کی ادائیگی سے غافل ہوتے اور انھیں بنیادی تعلیمات کی بھی خبر نہیں ہوتی، کچھ ایسے لوگ بھی ہیں، جو اپنے علم ومطالعہ اور حیثیت وطاقت کے مطابق غیر مسلموں میں دعوت وتبلیغ کا کام کرتے ہیں اور ان کی کوششیں بھی بارآور ہوتی ہیں اور ایک طریقہ ہے جلسوں کا کہ کسی متعین شہر یا گاؤں میں، کسی متعین تاریخ میں ''اصلاحِ معاشرہ'' یا ''سیرتِ نبوی ﷺ'' یا اسی قسم کے کسی عنوان کے تحت کسی دینی ادارے میں یا گاؤں کی کسی کھلی جگہ میں ایک پروگرام منعقد کیا جائے اور اس میں عام لوگوں کو دین کی باتیں بتلائی جائیں اور انھیں اسلام کی موٹی موٹی اور بنیادی تعلیمات سے آگاہ کیا جائے، بلاشبہ یہ طریقہ بھی اسلام کے تعارف کی توسیع اور اس کی اشاعت اور ناخواندہ وعام مسلمانوں میں دینی شعور بیدار کرنے کے حوالے سے اہم ہے اور اس کے فوائد بھی حاصل ہوتے رہے ہیں، کم ازکم ہندوستان میں تو اس قسم کے اجتماعی پروگرام یا جلسوں کی روایت صدیوں پرانی ہے، خود ہمارے نبی ﷺ بھی صحابۂ کرامؓ کو اکٹھا کر کے انھیں دین کے مسائل اور اخلاق کی تعلیم دیا کرتے تھے۔

جلسے میں فی زمانہ متعدد خرابیاں درآئی ہیں۔ جو سنجیدہ قسم کے لوگ ایسے جلسوں میں بحیثیت سامع شریک ہوتے ہیں یا اُنھیں بطور مہمان مدعو کیا جاتا ہے، اُنھیں اندازہ ہوگا کہ فی الوقت ایسے بہت سے جلسوں سے اصلاح کا مقصد تو کم حاصل ہو رہا ہے؛ البتہ اس کے مقابلے میں فساد و بگاڑ کے نت نئے دروازے کھلتے جارہے ہیں، آپ تحقیق کریں، تو بہت سے ایسے ''مولوی نما'' جاہل ملیں گے، جو

ان جلسوں میں ایک خاص فنکارانہ رنگ وآہنگ میں بے سرپیر کی باتیں کرکے، من گھڑت لطائف و ظرائف سناکر عوام کو ذہنی تفریح مہیا کراتے اور اپنی جیبیں بھرتے ہیں، رات میں دو دو، تین تین، چار چار گھنٹے ان کی لچھے دار تقریر ہوگی اور صبح پو پھٹنے سے پہلے ہی یہ لوگ اپنا ''نذرانہ'' ہتھیاکر چلتے بنتے ہیں، بہت سے لوگ ان کی حقیقت سے واقف بھی ہوتے ہیں؛ مگر چوں کہ اب دین کے نام پر تفریح بھی لوگوں کا مزاج بنتا جارہا ہے، سووہ بھیڑ جمع کرنے کے لیے ایسے ہی لوگوں کو بلاتے ہیں؛ حالاں کہ ہندوستان بھر میں قابل، ذی علم وذی ہوش علماے کرام کی کمی نہیں، جو صحیح معنوں میں ملت کا درد رکھتے ہیں اور وہ اس کی صحیح رہنمائی کرسکتے ہیں اور کرنا بھی چاہتے ہیں؛ مگر چوں کہ عام طور پر وہ چرب زبان نہیں ہوتے؛ اس لیے:

پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں!

ایک اور بہت بُری لت، مسلمانوں کو لگتی جارہی ہے، وہ یہ ہے کہ دینی واصلاحی جلسوں میں ایسے ادنیٰ درجے کے شاعروں کو بھی دھڑلّے سے بلایا جاتا ہے، جو فی الحقیقت گوّیے ہوتے ہیں اور جن کی شاعری تو عام طور پر دینِ اسلام اور اس کی تعلیمات کی فضیلتوں پر مشتمل ہوتی ہے، مگر ان کا سراپا اور طرزِ عمل خود اُن کی چغلی کھارہا ہوتا ہے، نتیجتاً ان کے اشعار سامعین کے کانوں کی عیاشی فراہم کرنے کے علاوہ کسی اور فائدے کا سبب نہیں بنتے، مزید یہ کہ ایک اصلاحی جلسہ اچھے خاصے مشاعرے میں بدل کررہ جاتا ہے، آپ سمجھ سکتے ہیں کہ جب جلسہ ایک رات کا ہے، کل وقت زیادہ سے چھ گھنٹے کا ہے، مقرروں کی تعداد کم ازکم چار پانچ تو ہوتی ہی ہے، اوپر سے شعرا بھی تین چار سے کم نہیں ہوتے، تو اس جلسے میں کیا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ عموماً یہ جلسے، جلسے تو کم مگر مشاعرے زیادہ ہوتے ہیں اور ان کا نتیجہ سوائے ''آمدند، نشستند، خوردند ورفتند'' کے سوا کچھ بھی نہیں نکلتا؛ بلکہ بسا اوقات ان اجتماعی موقعوں پر ایسے ایسے حادثات بھی رونما ہوجاتے ہیں، جنھیں قلم وزبان پر لایا بھی نہیں جاسکتا۔ ان جلسوں کی ایک بڑی خامی، جو حالیہ چار پانچ سالوں میں متعارف ہوکر سامنے آئی ہے، وہ یہ ہے کہ مشاعروں کے طرز پر ان میں باقاعدہ ''اناؤنسر'' بھی بلائے جاتے ہیں، جن کی طولانی تمہیدات میں ہی پورے پروگرام کا کم وبیش ایک تہائی حصہ تو ضائع ہوجاتا ہے، عام طور سے یہ اناؤنسر حضرات زبان وبیان کے پیچ وخم سے نابلد ہونے کے ساتھ الفاظ والقاب کی لطافت ونازکی اور ان کے محلِ استعمال سے بھی ناواقف ہوتے ہیں، بہت سے جلسوں میں یہ دیکھنے میں آیا کہ ایک واقعی قابل، عالم، فاضل اور باکمال مقرر کو سیدھے سادے الفاظ میں دعوت دے دی گئی؛ جبکہ ایک ''پینترے باز'' مقرر کے لیے زمین وآسمان کے قلابے ملادیے گئے۔ بے جا القاب کا استعمال تو ہمارے مذہب میں یوں بھی ممنوع ہے، ہمارے نبی ﷺ نے جتنے بڑے بڑے شاہانِ عصر کو اپنے

مکتوبات روانہ فرمائے تھے، ان کے سرناموں میں صرف ''محمد بن عبداللہ'' لکھوایا اور اندر صرف ''رسول اللہ''، آپ ﷺ نے ایک بار صحابۂ کرامؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ''تم لوگ میری تعریف میں اس طرح مبالغہ آرائیاں مت کیا کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریمؑ کے ساتھ کیا، میں تو محض اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں؛ لہٰذا تم مجھے عبداللہ اور رسول اللہ ہی کہا کرو''۔ (صحیح بخاری، ح:۳۲۱۳) تو کیا ضرورت ہے کہ ہم کسی کی وقتی خوش نودی حاصل کرنے اور واہ واہی بٹورنے کے لیے خواہ مخواہ لفظوں کا پُر شور دریا بہائیں۔

یہ ایک بہت بڑا لمحۂ فکریہ ہے، علمائے کرام کو اس طرف توجہ دینی چاہیے، یہ بہت اچھی اور قابلِ قدر بات ہے کہ ہم معاشرے کی اصلاح کی مہم چلارہے ہیں؛ مگر ہمیں یہ بھی سوچنا ہوگا کہ اس کے پردے میں نادانستہ طور پر ایسے اقدامات تو نہیں کررہے، جو معاشرے کے مزید بگاڑ اور فساد کا سبب بن رہے ہیں؟ ایسے پیشہ ور خطبا، واعظین اور شعرا کی ایک پوری کھیپ میدان میں اُتری ہوئی ہے، جو قول و عمل کے تضاد، فکری سطحیت، علمی اِفلاس، ذہنی پسماندگی و پس گردی، اخلاقی زوال، نظر اور نظریے کی بے سمتی کی شکار ہے اور نتیجتاً اِن اصلاحی جلسوں سے ملت کو فائدے کی بجائے نقصان ہی اٹھانا پڑ رہا ہے۔ اگر عام مسلمان اپنی محنت اور خون پسینے سے کمائے ہوئے روپے پیسے دین اور اصلاح کے نام پر اکٹھا کرکے کوئی جلسہ منعقد کرتے اور اس میں شریک ہونے والے علما و مقررین اور مہمانوں کو منہ مانگی رقمیں دیتے ہیں، تو یہ اُن کا حق ہے کہ ان کی صحیح رہنمائی کی جائے، انھیں دین کی صحیح باتیں بتائی جائیں، انھیں ملک کے موجودہ تشویش ناک حالات سے باخبر کرکے انھیں سلام کی صحیح نمایندگی کی تلقین کی جائے، نہ یہ کہ اُنھیں محض چند تفریحی باتیں سنا کر ٹرخا دیا جائے اور مسلمانوں کو بھی چاہیے کہ وہ دین اور اصلاح کے نام پر کیے جانے والے پروگرام کو تفریحِ طبع کا رنگ نہ دیں، پہلے اپنے علاقے کے کسی قابل و مخلص عالمِ دین یا خطیب سے مشورہ کریں اور ان کے مشورے کی روشنی میں ہی پروگرام کا خاکہ بنائیں؛ تاکہ ان کی مادی و معنوی کوششیں بارآور ہوں اور انھیں دین و دنیا کے تعلق سے مفید معلومات حاصل ہوسکیں۔ ابھی چوں کہ جلسوں کا موسم ہے اور مارچ سے لے کر جون تک یوپی اور بہار کے گاؤں دیہاتوں میں دینی جلسے تواتر کے ساتھ کیے جاتے ہیں؛ اس لیے یہ زمینی حقائق سپردِ قلم کردیے گئے ہیں؛ تاکہ کسی منفی نظریہ کا مظہر گرداننے کی بجائے حالات کا سنجیدگی و دیانت داری کے ساتھ جائزہ لینے اور معاملے کی سنگینی کو سمجھنے کی کوشش کی جائے۔

❁ ❁ ❁